اللہ رکھی

مونس خان عظیمی

اللہ رکھی

مونس خان عظیمی

مکتبہ عظیمیہ اُردو بازار لاہور کی مطبوعات

حضور قلندر بابا اولیاءؒ

رباعیات

خواجہ شمس الدین عظیمی

توجیہات — قوس قزح — روحانی ڈاک (جلد اول تا چہارم) — اسمِ اعظم

پیراسائیکالوجی — خواتین کے روحانی مسائل — محبوب بغل میں

میاں مشتاق احمد عظیمی

یارانِ طریقت — بیماریوں کے پانچ جدید علاج — خانقاہی نظام — اللہ کی تجلی

آدابِ مریدین — اللہ کے دوست — راہِ سلوک — میں اور میرا مُرشد زیرطبع

مونس خان عظیمی

اللہ رکھی — پیر حاضر شاہ

رُوحیں بولتی ہیں — باجی سعیدہ خاتون عظیمی — تین سمندر — چوہدری شاہد نذیر

تذکرہ غوثیہ — گل حسن شاہ — اپنے مُراد کے ہمراہ ایک سفر — مقصود الحسن عظیمی

برائے رابطہ: مکتبہ عظیمیہ ۱۵۸-مین بازار مزنگ لاہور فون: ۷۲۲۳۵۲۱

اللہ رکھی

محمد مونس خان عظیمی

مکتبہ عظیمیہ
اُردو بازار لاہور
فون :- ۷۲۴۳۵۴۱

نام کتاب	اللہ رکھی
ناشر	مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور
مصنف	محمد مونس خان عظیمی
کمپوزنگ	ہاشمی کمپوزنگ سنٹر، فاروق مارکیٹ اردو بازار لاہور
قیمت	120 روپے
فون برائے رابطہ	7243541

انتساب

"اس عورت کے نام جو ہر مرد کی ماں ہے۔"

فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱	روحانی عورت	۱۱
۲	وقت کی اہمیت	۲۴
۳	گھنشام	۴۰
۴	موت سے واپسی	۵۵
۵	زمان و مکان	۷۰
۶	باندی	۹۰
۷	خان قید میں	۱۰۴
۸	قاسم رئیس	۱۱۴
۹	ماضی میں سفر	۱۳۱
۱۰	پراسرار ڈاکٹر	۱۴۳
۱۱	تربیت	۱۵۷
۱۲	انکشافات	۱۷۵

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱۳	دیوانہ	۱۹۱
۱۴	شمیم	۲۰۸
۱۵	لالچی چچا	۲۲۵
۱۶	تلاش	۲۳۹
۱۷	عامل جن	۲۵۴
۱۸	کائناتی سسٹم	۲۶۸
۱۹	نجم خان	۲۸۵
۲۰	رہائی	۳۱۴
۲۱	شاہ جی	۳۱۹
۲۲	مقدمہ کا فیصلہ	۳۳۴
۲۳	مکہ معظمہ میں	۳۳۸
۲۴	حضرت عبداللہ کی شادی	۳۶۴
۲۵	آفتاب نبوت	۳۷۱

ترتیب و پیشکش

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ عورت کی صلاحیتوں کے بارے میں اختلاف کا آغاز ۴ ہزار سال قبل مسیح میں ہوا۔ اسی وقت سے مرد نے عورت کے معاشرتی مسائل کو مذہب اور سیاست کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا تھا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اندھی تقلید کرنے والے ہر اس نشان کو معاشرے سے نکالنے کی جدوجہد میں مصروف رہے جس کا تعلق کسی بھی طرح عورت کی اہمیت اور حاکمیت سے تھا۔

باطنی علوم کی روشنی میں عورت اور مرد دونوں ایک ہیں۔ اعضاء و جوارح کا مجموعہ جسم بھی ایک ہے ان کی ظاہری اور باطنی قوتیں اور ان کے نتائج بالکل ایک سے ہیں۔ ہر عورت مرد ہے اور ہر مرد عورت ہے۔ یعنی ہر عورت کے اندر مرد چھپا ہوا رخ اور ہر مرد کے اندر عورت چھپا ہوا رخ ہے۔ اس لئے دونوں کو انسان کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یعنی مونث و مذکر کا مجموعہ انسان ہے۔ قرآن میں "یَا اَیُّھَا النّاس" سے مراد مرد اور عورت دونوں ہیں۔ آدم کی اولاد صرف مرد ہی نہیں عورت بھی ہے۔ آدم کا مطلب صرف آدم اس لئے نہیں کہ کوئی بھی تخلیق حوا کے بغیر نہیں ہوئی۔ ہزاروں سال پہلے جب لوہے کا سراغ ملا اور لوہے سے ہتھیار بنے اس وقت سے مرد نے عورت کی حاکمیت کو چیلنج کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ مادری نظام کی بجائے پدری نظام قائم ہوگیا کیونکہ معاشرت میں پدری نظام کا عمل دخل کردیا گیا اس لئے بنی آدم کو آدم کہا گیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں مرد عورت کی وحدت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اس نے تم (سب مرد عورت) کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورت پھیلا دیئے"۔

موجودہ دور تحقیق و تلاش اور تفکر کا دور ہے۔ سائنسدان آج جس مقام پر فائز ہیں اس کی وجہ ہی تفکر اور تحقیق ہے۔ سنجیدہ سائنسدان نے غور و فکر کے بعد انسان

کو نصف مرد اور نصف عورت قرار دیا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ مرد میں عورت چھپی نہ ہو اور عورت میں مرد پوشیدہ نہ ہو۔ جنم لینے والی شے میں جس کا اثر غالب ہوتا ہے ہم اسی اثر کے تحت اس کی جنس کا تعین کرتے ہیں اور اسی تعین کی وجہ سے اس کا نام مرد یا عورت رکھ دیتے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ چھ ہزار سال قبل مسیح میں مکمل طور پر زمین پر عورت کی حکمرانی تھی عراق کی سرزمین پر "سومیری" قوم کے تمدن کو قدیم ترین انسانی تمدن سمجھا گیا ہے۔ کھدائی سے جو آثار دریافت ہوئے ہیں ان میں ایسی تختیاں برآمد ہوئی ہیں جن میں عورت کی حکومت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان متعدد خواتین کے نام بھی ملے ہیں جنھوں نے مردوں پر حکومت کی تھی ۔ خواتین انتہائی حسین اور دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ سڈول جسم تھیں۔ ملکی حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ و جدل میں بھی ماہر تھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ "تکلہ" عورت کی ایجاد ہے۔ جس کے ذریعے وہ دھاگہ بناتی اور کپڑے بنتی تھیں۔ پانچ ہزار سال قبل مسیح خواتین دھاگہ رنگنا بھی جانتی تھیں اس کے علاوہ خواتین بے شمار ایجادات کی موجد بھی ہیں۔

تاریخی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اور مرد میں ذہنی اور فکری صلاحیتیں یکساں ہیں۔ ان کے اعمال کی سزا اور جزا بھی یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ مرد اور عورت کی یکساں فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"بتحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے والےاور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والےاور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے شرمگاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرنے والیاں' تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر بڑا۔" سورہ احزاب)

صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکثر عورتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیاہے۔ چنانچہ سورۃ نساء' سورۃ آل عمران میں حضرت مریم کا ذکر خیر موجود ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کی بہن کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ کی پرورش کے لئے شاہی محل میں پہنچایا (توریت نے حضرت موسیٰ کی اس بہن کو نبیہ قرار دیا ہے) اسی طرح سورہ القصص اور سورہ تحریم میں آسیہؓ کا ذکر اور سورہ ہود میں حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم کی اہل بیت اور سورۃ نساء میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کو قرآن نے خود مخاطب کیا ہے۔

آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی عظمت کا سرعام اعلان کیا اور اسے ہر جگہ اور ہر لحاظ سے مرد کے برابر اور مساوی حقوق کا حقدار ٹھہرایا۔ نبی آخر الزماںؐ کی رسالت برحق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت' حضرت خدیجہؓ کی گواہی کو معتبر مانا گیا۔ مسلمانوں کو تیمم کی سہولت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعہ افک میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کی رب کے لئے آیت نازل کی۔ اسلام کی پہلی شہید ایک خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔

یہ ایک بڑی تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن نے تاریخ کی مظلوم ترین عورت والدہ یسوع مسیحؑ حضرت مریم کو وہی تقدس عطا کیا جو ابراہیمؑ' یونسؑ اور یوسفؑ کو دیا اور جس طرح ان کے تذکرے سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہوئیں۔ اسی طرح جس سورت میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا گیا اس کا نام سورہ مریم ہے۔ اگر قرآن حکیم کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کمتر ہوتا اور اس کی بزرگی اور عظمت مرد کے مساوی نہ ہوتی تو قرآن پاک کی یہ سورۃ حضرت مریمؑ کی بجائے حضرت عیسیٰ سے منسوب کی جاتی۔

جب روحانی علوم کا تذکرہ آتا ہے۔ اس وقت بھی مرد اور خواتین کی صلاحیتوں کو متنازعہ فیہ کہہ دیا جاتا ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی ہدایت پر میرے پیر بھائی عزیز سوگی العظیمی نے اولیاء اللہ خواتین کی حالات زندگی لکھنے شروع کئے ہیں۔ وہ اب تک دو سو سے زائد اولیاء اللہ خواتین کی حالات زندگی قلم بند کر چکے ہیں جبکہ عام طور پر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ روحانی خاتون ہیں اور آدھی قلندر ہیں۔ روحانی علوم کے علاوہ بے شمار خواتین کے حالات

زندگی تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں اس وقت تقریباً گیارہ بارہ ملک خواتین کی سربراہی میں قائم ہیں۔ خواتین کی صلاحیتوں پر غور کیا جائے تو ہمیں ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کی موجودگی ملتی ہے۔ خواتین سائنٹسٹ، انجینئرز، ڈاکٹر، پائلٹ ہیں خواتین بنکرز، وائس چانسلر، جج، وکلاء، کمشنر ہیں۔

غرض یہ کہ کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ عورت مرد سے پیچھے ہے۔ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ اب بھی مردوں کے اقتدار کا سلسلہ ختم ہونے کو ہے اور خواتین برسراقتدار آنے والی ہیں۔ ہم یہ نشاندہی اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ مسلم خواتین آنے والے زمانے میں مردوں کی طرح غیر مسلم اقوام کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔

"اللہ رکھی" ناول کی طرز پر لکھی گئی ایک ایسی کہانی ہے جس میں عورت کی صلاحیتوں کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ کہانی میرے دوست عظیمی بھائی، محمد مونس خان عظیمی نے لکھی تھی جو قسط وار روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہو چکی ہے۔ عزیز محترم محبوب علی عظیمی نگران مراقبہ ہال ابوظہبی اور یو اے ای نے عرس کے موقع پر محمد مونس خان عظیمی کے تذکرے میں مجھ سے کہا کہ محمد مونس خان کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں اللہ رکھی کتابی صورت میں شائع ہوجائے ان کی یہ خواہش پوری کرنے کا جذبہ میرے اندر اتر گیا۔ میں یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری اس کاوش سے میرے بھائی محمد مونس خان عظیمی کی روح خوش ہوگی۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

میاں مشتاق احمد عظیمی

روحانی فرزند: حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی
مراقبہ ہال ۱۵۸ مین بازار، مزنگ لاہور
فون نمبر ۷۲۴۳۵۴۱

۲۶ جنوری ۱۹۹۵ء

روحانی عورت

اس کہانی کا آغاز قیام پاکستان کے کئی برس بعد سے ہوتا ہے۔ اور گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ موجودہ دور تک پہنچتا ہے۔ اللہ رکھی کون تھی اور اب کہاں ہے۔ یہ تو آپ کو کہانی پڑھ کر ہی علم ہوگا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ساری کائنات ایک سسٹم کے تحت قائم ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ حکم الٰہی کے مطابق ہو رہا ہے اور اس حکم الٰہی کو بجالانے کے فرائض وہ حضرات انجام دے رہے ہیں جو اس سسٹم کو چلا رہے ہیں۔

کائناتی سسٹم یا تکوینی نظام کیا ہے۔ تصوف سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں عام قاری کے لیے مختصراً" اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ جس طرح کسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر محکمہ قائم کیا جاتا ہے۔ جس میں اعلیٰ افسر سے لے کر چپڑاسی تک ہوتا ہے۔ اسی طرح اس نظام قدرت کو چلانے کے لیے "تکوینی نظام" قائم ہے جس میں اللہ کے بااختیار بندے کام کرتے ہیں۔ ان میں مجذوب بھی شامل ہیں۔

اس نظام میں شامل لوگوں کا تشخص ان کی ذمہ داریوں کے مطابق ہوتا ہے۔ گویا اس نظام میں شامل ہونے والوں کی "پہچان" ان کے فرائض سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ جب تک حضرت موسیٰ کو منصب عطا نہیں ہوا تھا وہ صرف ایک "شہزادہ" کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن منصب نبوت پر فائز

ہوتے ہی آپ کی شخصیت نہ صرف قابل احترام ہوگئی بلکہ ہمیشہ کے لیے قائم و دائم ہو گئی۔ اور آپ نے اس منصب کے تحت عائد ہونے والے فرائض کو بخیروخوبی انجام دیا۔

اس نظام میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا درجہ نہایت ہی اعلیٰ وارفع ہوتا ہے اور ان کے تحت کام کرنے والوں میں جن وانس کے علاوہ فرشتے بھی شامل ہوتے ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین اس ہستی کو پیش نظر رکھیں جو اس کہانی کا مرکزی کردار ہے۔

میری ملاقات ایک ایسی خاتون سے ہوچکی ہے جن کا تعلق "نظام تکوینی" سے تھا اور جنہوں نے اس نظام میں عہدہ پانے کے بعد صدیوں کا سفر طے کیا۔ اور جو زمان ومکان کی قید سے آزاد ہوکر ہر دور میں موجود رہی ہے۔

یہ خاتون آج سے کئی برس قبل کے دور میں تھی اور ممکن ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی موجود ہو۔ جب کہ ہم "خلائی دور" میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس کہانی کا آغاز یوں تو آج سے کئی سال قبل سے ہوتا ہے لیکن میں چونکہ اس کہانی سے دورجدید سے واقف ہوں لہٰذا اس کا آغاز بھی دورجدید سے کر رہا ہوں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔ میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کراچی سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں مقیم تھا۔ اس گاؤں سے چند فرلانگ دور ایک شاہراہ گزرتی تھی اور اس شاہراہ کے

دوسری جانب قدیم طرز تعمیر کی ایک عمارت تھی۔ گو کہ یہ عمارت نہایت ہی شکستہ اور خستہ حال تھی۔ اس کے باوجود گاؤں کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور اس کی وجہ "اللہ رکھی" تھی۔

میں نے صرف اللہ رکھی کا نام سنا تھا۔ محلّہ کی اکثر و بیشتر خواتین اپنے مسائل اور بیمار بچوں کو لے کر اس کے پاس جاتی تھیں۔ بیمار بچے جنہیں ڈاکٹروں کی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا تھا صبح وشام "اللہ رکھی" کی پھونک سے چند دنوں میں تندرست ہو جایا کرتے تھے۔ محلّہ کی خواتین بڑے ہی ادب واحترام سے اس کا نام لیا کرتی تھیں۔ وہ ان کے ہر درد کی دوا تھی۔

جن خواتین کے گھریلو مسائل اللہ رکھی حل کر چکی تھی اب وہ بڑی ہی خوشحال زندگی بسر کررہی تھیں اور ان کے دلوں میں اللہ رکھی کے لیے بہت عقیدت تھی۔ وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے مافوق الفطرت قصے سنایا کرتی تھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ گاؤں کے بعض مرد بھی اس سے فیض اٹھا چکے تھے اور ان سب کے لیے اللہ رکھی نہ صرف حددرجہ قابل احترام تھی بلکہ اس کی خستہ حال جائے رہائش بھی قابل احترام تھی اور لوگوں نے اس کا نام "آستانہ اللہ رکھی" رکھ دیا تھا۔

مجھے روحانی لوگوں سے قطعی دلچسپی نہیں تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ سب ضعیف الاعتقاد قسم کے لوگ ہیں جنہیں اس چالاک عورت نے بے وقوف بنا رکھا ہے۔ ہمارے گھر میں جب بھی کوئی پڑوسن آتی اور اللہ رکھی کا تذکرہ کرتی تو میں اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اگر پڑوسن بتاتی کہ اس نے اللہ رکھی کے کمرہ میں

چاندنی جیسی روشنی دیکھی ہے تو میں فوراً" ہی اس کی مادی توجیہہ پیش کر دیتا اور سمجھاتا کہ اس نے کمرے میں ریڈیم رنگ کرالیا ہوگا جو اندھیرے میں چمکتا ہے۔

اگر پڑوسن بتاتی کہ اس نے اللہ رکھی کے صحن میں لگے ہوئے درختوں میں بے موسم کے پھل لگے دیکھے ہیں تو میں ہنستے ہوئے کہتا کہ اس نے مصنوعی پھل لگادیے ہوں گے۔ غرض کہ میں اللہ رکھی کی کسی بھی کرامت کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ میرا ذہن ان باتوں کو مانتا ہی نہیں تھا۔

میں جانتا تھا کہ عورت جس کو ہمارے معاشرے میں ناقص العقل سمجھا جاتا ہے کس طرح "تصوف" کے اس مقام تک پہنچ سکتی ہے جو صرف مردوں کا خاصہ ہے۔ اس معاملے میں میری نظروں میں عورت کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ میں اسے ماں، بہن اور بیوی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔

دن یونہی گزرتے گئے۔ پھر اچانک مجھے بخار نے آلیا اور بخار بھی ایسا تھا کہ اترنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا حالانکہ شہر کے تمام مشہور ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ دوا پینے سے بخار چار چھ گھنٹے کے لیے تو اتر جاتا تھا لیکن اس کے بعد پھر اسی تیزی سے چڑھ جاتا تھا۔

میری اس بیماری سے ہمشیرہ اور ان کے شوہر پریشان ہوگئے اور بالآخر تجویز ہوا کہ ایک بار اللہ رکھی کو بھی دکھا دیا جائے میں نے اس تجویز کی زبردست مخالفت کی۔ میں نے بہن اور بہنوئی کو سمجھایا کہ جب ماہر ڈاکٹر اور حکیم علاج نہ کرسکے تو یہ اللہ رکھی کس طرح بخار اتار دیگی۔ اس کے جواب میں ان دونوں نے کہا کہ دکھا دینے میں کیا حرج ہے۔ اور پھر یہ بخار تو تمہارے لیے جان لیوا ہوتا جا

رہا ہے۔ اگر اس کا علاج نہ ہوا تو جان جانے کا بھی خطرہ ہے۔

پھر میں نے خود بھی اپنی حالت پر غور کیا۔ واقعی اس بخار نے مجھے بے حد لاغر کر دیا تھا اور میں سوکھ کر کانٹا ہوتا جا رہا تھا۔ نقاہت اس قدر تھی کہ دس پندرہ قدم چلنے کے بعد سر چکرانے لگتا اور مجھے مجبوراً" بیٹھنا پڑ جاتا۔ پھر مجھے اپنی زندگی بھی عزیز تھی۔ ابھی میں نے صرف زندگی کے پچیس بہاریں ہی دیکھی تھیں۔

ایک شام جب کہ سورج نے مغرب کی سمت سفر شروع کر دیا تھا۔ میں بہن کے ہمراہ اللہ رکھی کے آستانہ کی طرف چل دیا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ کہ اس کا آستانہ آبادی سے دور سڑک کے کنارے واقع تھا۔ کبھی یہ ایک عالیشان عمارت تھی۔ لیکن اب خستہ حال اور شکستہ تھی۔ دور سے یہ عمارت بالکل کھنڈر نظر آتی تھی۔ اس کی برجیوں کے سرے گر چکے تھے اور دیواریں یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب گریں کہ جب گریں۔

یہ عمارت ایک اونچی سی جگہ پر واقع تھی اور صدر دروازہ تک پہنچنے کے لیے دس بارہ سیڑھیاں تھیں۔ ہمشیرہ مجھے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھا کر اوپر لے گئیں۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے بڑا سا دالان نظر آرہا تھا جس میں گلاب اور چنبیلی کے پودے سلیقہ سے لگے ہوئے تھے۔ ان سے ذرا ہٹ کر چیکو اور موسمیوں کے درخت لہلہا رہے تھے۔ اس دالان کے آخری سرے پر سرخ اینٹوں سے ایک سہ دری بنی ہوئی تھی اور اس سہ دری کے درمیان میں ایک بڑا سا تخت بچھا ہوا تھا۔ میں ہمشیرہ کے ہمراہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دالان سے گزر رہا تھا۔ گلاب، چنبیلی، چیکو اور موسمیوں کی ملی جلی خوشبو نے میرے دماغ کو معطر کرنا

شروع کردیا- میں نے سوچا- یہ کیسی اللہ رکھی ہے، جو باغ لگائے بیٹھی ہے- اللہ والے لوگ تو تارک الدنیا ہوتے ہیں-

تخت پر ایک بوسیدہ قالین بچھا ہوا تھا جس میں جگہ جگہ سوراخ تھے اور ان سوراخوں سے تخت کی لکڑی جھانک رہی تھی- ہمشیرہ نے مجھے تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں جونہی ہاتھ ٹیک کر اس پر بیٹھا چرچراہٹ کی آواز اس طرح پیدا ہوئی جیسے تخت ابھی زمین بوس ہو جائے گا- میں نے گھبرا کر اٹھنا چاہا لیکن ہمشیرہ نے تسلی دی اور کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کو کہا- اس کے بعد وہ بھی میرے سامنے ہی بیٹھ گئیں اور تخت ایک بار پھر چرچرا کر خاموش ہوگیا-

سہ دری بھی عمارت ہی کی طرح خستہ حال تھی- اس کی بعض محرابیں نیچے کو جھک آئی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ گرنے ہی والی ہیں- اینٹیں بھربھری مٹی کی مانند تھیں جو ہاتھ لگاتے ہی ریزہ ریزہ ہو جاتی تھیں- معلوم ہوتا تھا کہ یہ سہ دری بھی سینکڑوں سال پرانی ہے-

سہ دری کے آخر میں لکڑی کا ایک خوبصورت دروازہ تھا- اس کے اوپر بہترین نقش ونگار بنے ہوئے تھے لیکن لکڑی کا یہ دروازہ بھی زبان حال سے اپنی خستہ حالی کا رونا رو رہا تھا- میں نے اپنے اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے ہمشیرہ سے کہا- یہ تو بہت ہی پرانا مکان دکھائی دیتا ہے-

ہاں- ہے تو بہت ہی پرانا- ہمشیرہ نے سہ دری پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا- پھر قدرے اچنبھے سے بولیں- سنتے ہیں یہ تالپور خاندان کے دور کی عمارت ہے-

تالپوروں کے دور کی- میں نے جملہ دہرایا- لیکن اللہ رکھی یہاں کیوں رہتی ہے-

وہ اسے اپنی جاگیر کہتی ہے- ہمشیرہ نے بتایا-

تالپور دور کی عمارت اس کی جاگیر کیسے ہو سکتی ہے- میں نے تعجب سے پوچھا-

چھوڑو- تمہیں اس سے کیا- ہمشیرہ نے سمجھایا- ویسے گاؤں والے سب ہی کہتے ہیں کہ انہوں نے شروع ہی سے اللہ رکھی کو اس عمارت میں رہتے ہوئے دیکھا ہے-

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ رکھی ہمیشہ سے یہاں رہ رہی ہے- میں نے سوچا- ممکن ہے اس کے آباؤاجداد کا تعلق کسی تالپور بادشاہ سے رہا ہو- اور انہوں نے یہ عمارت بطور تحفہ اس کے خاندان کے کسی فرد کو دی ہو- جو نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی اللہ رکھی تک پہنچ گئی- میں اپنے انہی خیالات میں مگن تھا-

چند لمحہ بعد سہ دری کے آخر میں بند دروازہ ایک زبردست چرچراہٹ سے کھلا- اور اس کی اوٹ سے نکلنے والے چاند سے میری آنکھیں چکا چوند ہوگئیں- سفید چکن کا سندھی طرز کا بنا ہوا لباس پہنے وہ نہایت ہی خوش اندامی سے چلتی ہوئی آ رہی تھی- اس کا چہرہ بیضوی اور سرخ وسفید تھا- ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند، ستواں ناک، ابھرے ہوئے سرخ گال، غزالی آنکھیں جن کے بھاری پپوٹوں پر کمان کی مانند خم کھائی ہوئی باریک بھنویں، کشادہ پیشانی اور سیاہ چمکدار

بال، غرض کہ وہ، قدرت کی صناعی کا بہترین شاہکار تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے چہرہ پر ایسا تقدس آمیز حسن تھا کہ میں کوشش کے باوجود اپنی نگاہیں نہیں ہٹا سکا۔

اس کے چہرے سے عمر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اس کا متناسب جسم دوشیزاؤں سے بدرجہا بہتر تھا۔ وہ نہایت ہی پروقار انداز میں چلتی ہوئی تخت کے قریب آئی۔ میری بہن نے نہایت ہی ادب سے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میرے کانوں میں اس کی آواز رس گھول گئی۔ اس کے تخت پر بیٹھنے کے بعد بہن نے بتایا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ ایک مہینے سے بخار میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹروں کو بھی دکھایا لیکن بخار اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

جس دماغ میں مادہ بھرا ہو۔ اس کا بخار کیسے اترے گا۔ اللہ رکھی نے شیریں لہجہ میں جواب دیا۔ اس نے ایک جملہ میں میری دلی کیفیت بتادی۔ اور میں نے جھینپ کر نظریں جھکالیں۔

اب تمہارے پاس امید لے کر آئی ہوں۔ بہن نے التجا آمیز لہجہ میں کہا۔

اب آہی گئی ہو تو کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ اللہ رکھی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئی کیوں خان! میرا علاج کرو گے۔

میں چونکا۔ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوگیا۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے کہ کبھی بہن نے اس سے میرا تذکرہ کیا ہو۔ میں نے اقرار میں گردن ہلا دی۔

اللہ رکھی نے میرے چہرہ پر ایک بھرپور نظرڈالی۔ اور اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ اس کے لیے تمہیں چند روز اسی وقت میرے پاس آنا پڑے گا۔

آجایا کرے گا۔ میری بہن نے جواب دیا۔ اور میں نے بھی بالکل غیرارادی طور سے اقرار میں گردن ہلادی۔ مجھے رضامند دیکھ کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور گردن جھکا کر کچھ پڑھنے لگی۔ اللہ رکھی کا ہاتھ میری پیشانی پر تھا۔ اور اس کا لمس مجھے ایسا سرور بخش رہا تھا جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سکون واطمینان کی لہریں دماغ میں داخل ہو رہی ہوں۔

چند لمحہ بعد اس نے میری پیشانی سے ہاتھ ہٹایا اور اس جگہ "پھونک" ماری۔ اس کی پھونک بادنسیم سے بھی زیادہ مسحور کن تھی۔ میں نے مست ہوکر آنکھیں بند کرلیں۔

اب جاؤ۔ اللہ رکھی نے دلکش آواز سے کہا۔ کل پھر اسی وقت بھیج دینا۔

اس نے آخری جملہ میری بہن سے مخاطب ہوکر کہا۔ میری بہن نے نہایت ہی ادب سے اس کو سلام کیا اور تخت سے اٹھ گئی۔ میں بھی کھڑا ہوگیا۔ اور پھر بہن میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔

اللہ رکھی کی پھونک میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ اس دن کے بعد پھر مجھے بخار نہیں آیا۔ میں ایک ہفتہ تک برابر اس کے پاس وقت مقررہ پر جاتا رہا۔ میں ہمیشہ سہ دری میں پڑے ہوئے تخت پر جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ اور اس کے چند لمحہ بعد اللہ رکھی آجاتی تھی۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اللہ رکھی کو میری آمد کا علم کس طرح ہو جاتا تھا۔ اسے سلسلے میں میری سمجھ میں ایک بات آتی تھی کہ چونکہ میں

ایک مقررہ وقت پر اس کے پاس جاتا ہوں اس وجہ سے وہ بھی اس متعین وقت پر برآمد ہوتی ہے۔

ایک ہفتہ کے اندر اندر نہ صرف میں بالکل تندرست ہوگیا بلکہ میرا رنگ وروپ بھی پہلے سے زیادہ نکھر گیا۔ میری بہن اور بہنوئی اسے اللہ رکھی کا کرشمہ کہتے تھے۔ جب کہ میں اسے ماننے کو قطعی تیار نہیں تھا۔ میں روحانی طریقہ علاج کا قائل ہی نہیں تھا۔ اس بارے میں میرے ذہن میں کئی سوالات تھے جن کی وضاحت اللہ رکھی سے چاہتا تھا۔ لیکن وہ پیشانی پر پھونک مار کر خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی تھی۔ اس ایک ہفتہ کے اندر مجھے اللہ رکھی سے لگاؤ پیدا ہوگیا۔ یہ محبت کا ایسا جذبہ تھا جس میں نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہوتا۔ بس میرا دل چاہتا تھا کہ اس کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔

ایک دن میری طبیعت بہت زیادہ گھبرانے لگی۔ میں نے سوچا گاؤں کے باہر ٹہل آؤں۔ لہٰذا اسی خیال سے گھر سے باہر نکلا اور گاؤں کی گلیوں سے ہوتا ہوا سڑک کی جانب آگیا۔ سڑک کے دوسری طرف اللہ رکھی کی بوسیدہ حویلی تھی۔ حویلی پر نظر پڑتے ہیں میرے قدم خود بخود اس کی جانب اٹھنے لگے۔ جوں جوں میں حویلی کے قریب ہوتا جا رہا تھا ہو حق کی ملی جلی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور جب میں حویلی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ حویلی جو ہمیشہ پرسکون رہتی تھی ہنگامہ خیز بنی ہوئی ہے۔ اللہ رکھی آنکھیں بند کیے تخت پر دوزانو بیٹھی تھی اور تمام صحن اس کے معتقدین سے بھرا ہوا تھا۔ حاجت مندوں کا ایک جم غفیر تھا جو نیاز کے تھال سامنے رکھے، ہاتھ اٹھائے جھولی پھیلائے، اس کی "پھونک" کے

منتظر تھے۔ ان میں کچھ خواتین بھی تھیں جو اپنے شوہروں کے روزگار کی دعا کے لیے آئی تھیں۔ ان میں چند ایک نیم ماڈرن قسم کی بھی تھیں جن کے خاوندوں کو اللہ رکھی کی پہلی پھونک سے ترقی مل گئی تھی اور اب وہ مزید ترقی چاہتی تھیں۔

اس ہجوم میں چند طلباء بھی تھے جنھوں نے سارا سال آوارہ گردی کرتے اور غنڈہ گردی کرتے گزار دیا تھا اور اب امتحان میں کامیابی کی خاطر اللہ رکھی کی پھونک کے منتظر تھے۔ چند بے روزگار گریجویٹ اور گردش افلاک کے ستائے ہوئے نوجوان بھی تھے۔ ذرا فاصلے پر محفل سماع گرم تھی۔ چند تندرست وتوانا قوال ہارمونیم کے سروں اور گھنگھروؤں کی جھنکار پر سینہ پھلا پھلا کر ایک ہی مصرعہ کو بار بار دہرا رہے تھے۔ قوالوں کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے لوگ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہارمونیم اور ڈھول کے سر پر جھوم رہے تھے۔ شمال کی جانب ایک عمر رسیدہ لاغر سا شخص آسیب اتارنے میں مصروف تھا۔ وہ جھاڑو کو زمین کی مٹی میں لت پت کرتا اور حواس باختہ عورت کے جسم پر پھیر دیتا۔ آسیب زدہ عورت جو کسی خبیث روح کے زیراثر ہوتی چیخ پکار کر رہی ہوتی۔ جھاڑو کے جسم سے ٹکراتے ہی خاموش ہوجاتی۔

غرض "اللہ رکھی" ان سب کے دکھوں کا مداوا تھی۔ اس کی ذات روحانی تکلیفوں جسمانی بیماریوں اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کے لیے "آب کوثر" تھی۔

میں کچھ دیر کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اللہ رکھی ہر مرض کی دوا کس طرح ہو سکتی ہے مجھے یہ سب ... کچھ بناوٹ تصنع اور دھوکا دکھائی

دے رہا تھا۔

میں نے اللہ رکھی کو قائل کرنے کی خاطر اس کے قریب جانا چاہا۔ لیکن اس کے تخت کو تو عورتوں اور مردوں نے گھیر رکھا تھا۔ ان عقیدت مندوں نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ان کی نظروں میں میں بھی کوئی حاجتمند تھا۔ اور قاعدہ کے مطابق اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ میں ایک دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجمع بھی کم ہونے لگا۔ عورتیں اور مرد ایک ایک کرکے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اللہ رکھی سے اپنا مدعا بیان کرتے۔ وہ ان کی پیشانی پر پھونک مارتی۔ اور وہ شخص یہ جان کر ہنسی خوشی چل دیتا کہ اب اس کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

جب میں اس کے قریب پہنچا تو مجمع چھٹ چکا تھا۔ میں نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ اللہ رکھی نے مجھے نیم وا آنکھوں سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولی۔ تم آگئے تمہارے آنے کا یہی وقت ہے۔

پھر اس نے میری پیشانی پر "پھونک" مارنے کے ارادہ سے منہ اٹھایا میں نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے روکتے ہوئے کہا۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے

اچھا اب تم تندرست ہو گئے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ پھر اپنے قریب تخت پر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ بیٹھو۔

میں نے اس کے سامنے تخت پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ یہ سب کیا ہے۔

کہاں۔ اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

میں نے ملنگ جیسے لوگوں کی جانب نظر ڈالی اور بولا۔ یہ طرح طرح کے لوگ تمہارے پاس کیسے آنے لگے۔ طرح طرح کے لوگ۔ اس نے جملہ دہرایا۔ پھر قدرے زور سے ہنستے ہوئے بولی۔ کیسے لوگ آنے چاہیں۔ اللہ والوں کے پاس یہ خرافات نہیں ہوتیں۔ میں نے بے ساختہ جواب دیا۔

پھر کہاں ہوتی ہیں۔ اس نے پوچھا۔

میں کوئی جواب دینے کے بجائے اس کا منہ تکنے لگا۔ اس نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا۔ دنیا کے ستائے ہوئے۔ معاشرہ کے بگڑے ہوئے لوگوں کا اصل ٹھکانا اللہ والوں کا آستانہ ہی تو ہے۔ یہاں آکر انہیں سکون ملتا ہے۔ ان کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اگر میں بھی ان کی داد رسی نہ کروں تو پھر یہ لوگ کہاں جائیں گے۔ اچھا تو یہ بات ہے۔ میں نے کہا۔ پھر میں نے ایک اور بے تکا سوال کیا کیا تمہاری "پھونک" ان سب کے دکھوں کا مداوا ہے۔

اس نے غور سے میری طرف دیکھا اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ اس پھونک میں بہت تاثیر ہے۔ یہ "پھونک" ہی تو ہے جو اللہ نے گوندھی ہوئی مٹی میں ڈالی تھی جس سے نہ صرف آدمؑ میں جان پڑ گئی تھی بلکہ قیامت تک کے لیے نسل انسانی کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

یہ تو ٹھیک ہے میں نے تائید کی۔ لیکن اس پھونک میں یہ تاثیر کہاں سے آگئی۔ کہ......

تم یہ کیوں نہیں سوچتے...... اللہ رکھی نے میری بات کاٹ کر کہا کہ روز اول کی پھونک آج تک جسم انسانی کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ اور اس میں آج

بھی نہ صرف زندگی کی تاثیر موجود ہے بلکہ جسم انسانی میں پیدا ہونے والی تمام
ں کا تیر بہدف علاج بھی ہے۔

یں نہیں مانتا...... میں اکھڑے لہجہ میں کہا۔

ت ہو۔ اللہ رکھی نے مسکرا کر جواب دیا۔ تم جب تک روح کی
۔ کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

روح اور روحانیت یہ سب ڈھکوسلہ ہے۔ میں نے قدرے غصہ میں کہا۔

تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو۔ اللہ رکھی نے مسکرا کر پوچھا۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔

یہ ثبوت کیا کم ہے۔ میں نے جواب دیا...... کہ روحانیت کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے اور اس سے صرف ضعیف الاعتقاد لوگ ہی مستفید ہوتے ہیں۔

تو تم اس بات کو مانتے ہو کہ روحانیت لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اللہ رکھی نے پوچھا۔

نہیں۔ میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ جن لوگوں میں اعتماد نہیں ہوتا۔ جن میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہی روحانیت کا سہارا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پلک جھپکتے ہی ان کی حسب منشا کام ہوجائے گا۔

......اللہ رکھی نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ ہر حاجتمند ہنسی خوشی یہاں سے گیا ہے۔

لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ میں نے پوچھا۔

میری "پھونک" ضائع نہیں جاتی۔ اللہ رکھی نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

• پھروہی "پھونک" میں نے چڑ کر کہا۔

تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اللہ رکھی نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے سمجھایا۔ تم نے قرآن میں ابن مریمؑ کے بارے میں پڑھا ہوگا کہ وہ مٹی کے پرندے بناتے تھے اور ان پر "پھونک" مارتے تھے جس کی وجہ سے ان میں جان پڑجاتی تھی اور وہ فضا میں اڑ جاتے تھے۔

○

وقت کی اہمیت

اللہ رکھی کا یہ جواب سن کر میں سوچنے لگا کہ کیا جواب دوں۔ چند لمحوں بعد میں نے ڈھٹائی سے کہا۔ ہاں پڑھا ہے۔۔۔۔ لیکن وہ نبیؐ تھے۔۔۔۔ میں نے جواب دیا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ تم عورت ہو صرف عورت۔

ہاں میں عورت ہوں۔۔۔۔ اللہ رکھی نے میرے چہرہ پر نظریں گاڑ کر کہا۔۔۔۔ لیکن میں اس نبیؐ کی کنیز ہوں جو رحمت للعالمینؐ ہیں۔ جس نے بے جان کنکریوں کو ہاتھ میں لیا تو وہ بولنے لگیں۔ جس نے ایک اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ جس کے صرف چہرہ مبارک کو دیکھ کر قتل کرنے کے ارادہ سے آنے والا فرمانبردار غلام بن گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خود کو روحانیت کا عامل سمجھتی ہو۔ میں نے پوچھا۔

میں دعویٰ تو نہیں کرتی۔ وہ ایک بار پھر مسکرائی۔ لیکن میری "پھونک" سے تمہارا بخار اتر گیا۔

یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آتی - میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

اگر تم یہاں آتے رہے تو سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔ اللہ رکھی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اب میں یہاں نہیں آنا چاہتا۔ میں نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

کیوں۔ اس نے پوچھا۔

اب میں روزگار کی تلاش میں کراچی جانا چاہتا ہوں۔ میں نے بتایا۔

اللہ رکھی نے غور سے میری طرف دیکھا جیسے پہچان رہی ہو۔ پھر زیر لب بڑبڑائی تم ابھی تک ماضی سے وابستہ ہو۔

پھر وہ اپنے چہرہ پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولی۔ میری "پھونک" سیکھ لو۔ معاش سے بے فکر ہو جاؤ گے۔

کیا مطلب۔ میں نے حیرت سے پوچھا۔

مطلب یہ ہے۔ اللہ رکھی نے پیار سے سمجھایا۔ میری طرح "پھونک" سے لوگوں کو تندرست کر دیا کرو لوگ خوشی خوشی بہت کچھ دے جایا کریں گے۔

مجھے ایسی کمائی نہیں چاہیے۔ میں نے بگڑ کر جواب دیا۔ میں لوگوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتا۔

اور میں دھوکا دیتی ہوں۔ اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

میں اس کے جواب میں جھینپ سا گیا۔ وہ اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ میں تو کسی سے کچھ نہیں مانگتی۔ لوگ خود ہی خوشی سے جو چاہتے ہیں دے جاتے ہیں۔

خیر چھوڑو۔ میں نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہاری "پھونک" سے میں کس طرح تندرست ہو گیا۔

یہ بڑا ہی تفصیل طلب موضوع ہے۔ اللہ رکھی نے تخت پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ یہ زمان و مکان کی بات ہے۔ یہ وقت اور فاصلہ کا راز ہے۔

تمہاری "پھونک" سے وقت اور فاصلہ کا کیا تعلق- میں نے پوچھا-

بڑا تعلق ہے خان اس نے جواب دیا- اس کرہ ارض پر "وقت" ہی تو سب کچھ ہے- اور جو لوگ وقت کی قید سے آزاد ہوتے ہیں وہ نہ صرف مسائل حل کرسکتے ہیں بلکہ ہر قسم کی بیماریوں کا علاج بھی جانتے ہیں-

میں تمہاری بات نہیں سمجھا-

اس کرہ ارض پر ہر ساعت' ہر لمحہ جو کچھ ہو رہا ہے- اس کا وقت متعین کردیا گیا ہے- اس نے جواب دیا اور اگر کوئی شخص اس ٹائم ٹیبل کی حدود سے نکل جائے تو اسے وہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے جو سارے نہیں جانتے-

میں نے کچھ نہ سمجھے ہوئے پوچھا- کیا تم سب کچھ کرسکتی ہو-

اللہ رکھی نے مسکرا کر جواب دیا- اگلے لمحہ جو کچھ بھی وقوع پذیر ہونے والا ہوتا ہے اس کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرسکتی ہوں-

ناممکن - قطعی ناممکن- میں نے وثوق سے کہا- وقت کے گرداب سے نکلنا انسان کے بس کی بات نہیں- تمہیں شاید معلوم نہیں- وہ پھیکی مسکراہٹ سے بولی- واقعہ "معراج" اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی حدود کو توڑ دیا تھا اور وہ پلک جھپکتے میں ساتویں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہی سے آگے تک پہنچ گئے تھے-

میں یہ دلیل سن کر خاموش ہوگیا- میں نے سوچ کر کہا- وہ تو نبیؐ تھے لیکن ہر انسان تو وقت کی حد نہیں توڑ سکتا-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے- اللہ

رکھی نے قدرے جذباتی لہجہ میں کہا- انہوں نے جو کچھ بھی کیا- انسان کی بھلائی کی خاطر کیا- واقعہ "معراج" اس راز کی نشاندہی کرتا ہے-

لیکن میں نے آج تک نہیں سنا کہ کبھی کوئی انسان وقت کی حدود سے نکل گیا ہو- میں نے تعجب سے کہا-

تم نے اولیاء کرام کے واقعات نہیں پڑھے- اللہ رکھی نے مسکرا کر جواب دیا- جن کے ایک اشارہ پر وقت ٹھہر جاتا تھا-

وقت ٹھہر جاتا تھا- میں نے ایک بار پھر تعجب سے کہا-

وہاں وقت ٹھہر جاتا تھا- اس نے جواب دیا - اور پھر تخت سے اٹھتے ہوئے بولی- اندھیرا پھیل رہا ہے- آؤ اندر چل کر باتیں کریں گے-

میں نے یہ سن کر اپنے اطراف میں ایک نظر ڈالی- واقعی سورج چھپ چکا تھا اور اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا- میں اس موضوع کو ادھورا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا- لہٰذا اللہ رکھی کے ساتھ چل دیا-

ہم دروازہ سے جونہی اندر داخل ہوئے- میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ عمارت جو باہر سے آثار قدیمہ کا کھنڈر معلوم ہوتی تھی- بہت ہی عالیشان اور مضبوط ہے- چھت اور دیواریں تالپوروں کی شاہی دور کی طرز تعمیر کی منہ بولتی تصویر تھیں- مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے جب اللہ رکھی مجھے لیے ایک کمرہ میں داخل ہوئی تو یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیوں پیچھے کسی شاہی محل میں پہنچ گیا ہوں-

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے در و دیوار کو دیکھ رہا تھا- میری سمجھ میں